مذہبی عقائد اور ضرب الامثال: تحقیقی جائزہ

ڈاکٹر ندیم حسن (اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ اردو یونی ورسٹی آف چترال)
ڈاکٹر عباد الرحمٰن (اسسٹنٹ پروفیسر، سربراہ شعبہ اسلامک اسٹڈیز یونی ورسٹی آف چترال)
ڈاکٹر فیصل محمود (لیکچرار، شعبہ اسلامک اسٹڈیز یونی ورسٹی آف چترال)

Abstract:

Religious teachings and literary traditions both play a vital role in shaping peaceful, morally grounded societies. Religion offers a framework for ethical conduct and personal development, while literature especially in the form of proverbs, and provides a powerful means for individuals to express deep, often complex thoughts with clarity and grace. Across cultures and languages, proverbs have long served as a memorable and effective tool for passing down important life lessons, religious insights, and collective experiences from one generation to the next.

In religious traditions, core beliefs form the very foundation of faith. Some doctrines are so central that embracing them is considered essential to being part of a particular religious community. These foundational ideas often find expression in the succinct and impactful language of proverbs.

This article explores the cultural and communicative significance of proverbs, focusing on how they reflect and reinforce key religious and moral teachings. By examining well-known proverbs rooted in the major faiths of the Indian subcontinent (particularly Hinduism and Islam) the study highlights how these expressions continue to shape ethical thinking and spiritual understanding in everyday life.

Keywords:
Religious Teachings; Ethics; Spiritual Understanding; Ethical Thinking; Religious Traditions

عقائد انسان پر کسی حد تک اثر انداز ہوتے ہیں مختلف مذاہب میں عقائد کو کیا اہمیت حاصل ہے؟ ان تمام سوالات پر محققین سیر حاصل مباحث کے بعد مختلف نتائج پر پہنچ چکے ہیں، وہ لوگ جو کسی مذہب کو نہیں مانتے اور سرے سے خدا کی ذات سے ہی منکر ہیں (صحیح یا غلط کی بحث سے ہٹ کر) وہ بھی یہ عقیدہ تو رکھتے ہیں کہ خدا نام کی کسی ذات کا سرے سے وجود ہی نہیں ہے لہذا یہ کہنا غلط نہ ہو گا کہ انسانی زندگی میں عقیدہ چاہے وہ خام ہے یا تام ہے کسی نہ کسی صورت میں ہمیشہ سے موجود رہا ہے۔ یہی عقیدہ ہر مذہب کی بنیادی اکائی مانا جاتا ہے اور مختلف انداسب کے کرتا دھرتا اس کی بنیاد پر اپنے پیروکاروں کی کامیابی اور ناکامی کا تعین کرتے ہیں۔

عقائد کسی قدر اہمیت کے حامل ہیں اور یہ کسی طرح انسان کے منتشر، مبہم خیالات اور درپردہ سوالات کو ایک نقطے پر مجتمع کر کے انھیں حقیقت کا روپ دیتا ہے۔ اس کا اندازہ اسی بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ اسلام میں نبوت کے پہلے دس سال نازل ہونے والی ۸۷ مکی سورتوں میں عقائد کو مکمل طور پر قبول کر کے ایک محور پر رکھنے کی تلقین کی گئی ہے۔ جبکہ ۲۷ مدنی سورتوں میں عقیدے کی بنیاد پر عبادات، معاملات، اخلاقیات اور حقوق العباد کی عمارت کھڑی کی گئی ہے اور اس کے لئے اسلام نے تین بنیادی شرائط رکھی ہیں:

(۱) تصدیق قلب (۲) زبانی اقرار (۳) اعمال ظاہرہ

ان تین میں سے کسی ایک کی عدم موجودگی یا خام ہونا بھی مذہب کے بنیادی ڈھانچے کو کمزور کر سکتا ہے۔ لیکن تصدیق قلب زبانی اقرار اور ظاہری اعمال سے زیادہ اہمیت کا حامل ہے کیوں کہ اس کے بغیر اقرار اور اعمال کی اہمیت نہیں رہتی۔

انسان مختلف اعمال سرانجام دیتا ہے جن کی بنیادی طور پر دو اقسام ہیں:

(۱) اختیاری (۲) غیر اختیاری

اختیاری اعمال کے مزید دو حصے ہیں:

(۱) ارادی (۲) غیر ارادی

اختیاری اعمال خواہ مندرجہ بالا کسی بھی قسم سے تعلق رکھتے ہوں جب انسان انہیں بلاشک وشبہ اور استقامت کے ساتھ اپنالیتا ہے تو ان سے سے عقائد تشکیل پاتے ہیں ان عقائد کی تشکیل میں انسانی شخصیت کے مختلف پہلوؤں کے ساتھ ساتھ معاشرتی، سماجی، جغرافیائی اور نفسیاتی پہلو بھی اہمیت کے حامل ہیں۔

یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا سماجی اور معاشرتی پہلو عقائد کی تشکیل میں اہمیت کے حامل ہیں؟ تو جواب ہاں میں ہو گا اور اس کی ایک مثال وہ ہندو معاشرہ ہے جو طبقاتی طور پر مختلف ذاتوں میں بٹا ہوا ہے اور انہی سماجی درجوں کی بنیاد پر ہی وہاں مختلف عقائد کو پنپنے کا موقع مل رہا ہے اسی بنیاد پر برہمن، کھتری، ویش اور شودر جیسے طبقوں میں تقسیم معاشرہ اسی طرح کے عقائد پر منج ہے۔ اسی طرح اگر آپ یہودیوں کے عقائد پر عمیق نظر ڈالیں تو آپ کو اندازہ ہو گا کہ صدیوں کی غلامی نے اُن کے عقائد کو بھی متاثر کیا۔ بنی اسرائیل پر مصریوں کے دور غلامی کے اثرات کا ذکر قرآن نے بھی کیا ہے۔ موسیٰ، فرعون اور سامری جادوگر کے واقعے میں اس کا ذکر موجود ہے۔[i]

عقائد کی ضرورت کیوں پیش آئی اور یہ کس قدر اہمیت کے حامل ہیں؟ اس حوالے سے دو واضح مکتبہ فکر پائے جاتے ہیں۔

ایک مکتبہ فکر یہ کہتا ہے کہ کسی بھی الہامی پر عمل پیرا ہونے کے لیئے اور احکامات الٰہی کو بلاچوں چراں من و عن تسلیم کرنے کے لیے کسی نہ کسی عقیدے سے جڑنا ضروری ہے تاکہ احکامات اور معاملات میں ہم آہنگی پیدا کی جاسکے۔ جب کہ دوسرے مکتبہ فکر کے افراد عقائد کو تنقید کا نشانہ بناتے ہوئے اس سوال، خیالات اور سوچنے کی صلاحیت پر قدغن لگانے کے مترادف قرار دیتا ہے اُن کے خیال میں مذہبی رہنماؤں کے لئے مذہب میں موجود خلاء کو پُر کرنے کے لئے ایک اہم سہارا ہے۔ بقول ان کے مذہبی رہنما جس سوال کا تسلی بخش جواب نہیں دے پاتے وہاں عقیدے کا لبادہ اوڑھ کر چپ رہنے کی ہدایت کرتے ہیں یا پھر خدا کی مرضی قرار دے دیتے ہیں۔ اسی مکتبہ فکر نے ۱۶۷۲ سے ۱۶۸۵ تک جان سلڈن، کڈورتھ اور پروفیسر ڈاکٹر جان سپر کے دور میں عبرانی قوانین اور رسومات پر لاطینی زبان میں تحقیق کر کے تقابل ادیان جیسے علم کی سائنسی بنیاد رکھی۔[ii]

الہامی مذاہب کے عقائد زیادہ تر الہامی کتابوں سے ماخوذ ہیں جس میں یہودی، عیسائی مسلمان اور دیگر الہامی مذاہب شامل ہیں یہ بنیادی طور پر ایک خدا کی ذات کو محور تصور کرتے ہیں اور اپنی اپنی اسلامی کتابوں کی روشنی میں اپنے عقائد تشکیل دیتے ہیں۔ غیر الہامی مذاہب ہندومت، بدھ مت، جین مت وغیرہ پر مشتمل ہے ان کے ہاں مختلف ادوار میں مختلف معاشی، سماجی، معاشرتی، سیاسی اور جغرافیائی اثرات نے اُن کے عقائد پر گہرے اثرات مرتب کئے ہیں۔

مختلف مذاہب میں پائے جانے والے عقائد کی تفصیل میں صفحوں کے صفحے کالے کئے جاسکتے ہیں لیکن ہمارا موضوع اس سرے تفصیل سے ہٹ کر مزید بحث کی اجازت نہیں دیتا لہذا ادب، لسانیات اور عقائد کے باہمی ربط کو مد نظر رکھتے ہوئے ہم اپنے موضوع کی طرف آتے ہیں جیسے الہامی کتابیں نا صرف اس دور بلکہ سابقہ اَدوار میں ہونے والے کچھ اہم واقعات، اقوام کی کامیابی یا ناکامی کے اَسباب، معاشرہ، ثقافت اور اقدار کو اپنے اندر محفوظ کرتی ہے اور ان کے اثرات پر سیر حاصل بحث کرتی ہے ویسے ہی ادب بھی معاشرے میں موجود مختلف عاقئد، اقدار، ثقافت، معاشرت اور رجحانات کو نہ صرف محفوظ کرتا ہے بلکہ ان سے متاثر بھی ہوتا ہے۔

۹/۱۱ ہو یا سونامی، قدرتی آفات ہوں یا کرونا، ہر بڑے اور متاثر کن واقعے نے ادب پر گہرے اثرات مرتب کئے ہیں یہی وجہ ہے کہ ضرب المثل ایسے اثرات کو نہ صرف قبول کرتا ہے بلکہ انہیں نسل در نسل سینہ بہ سینہ محفوظ رکھنے میں بھی اہم کردار ادا کرتی ہے حالانکہ ان میں سے کچھ اقدار اور عقائد ارتقائی عمل کے دوران میں ختم ہو جاتے ہیں لیکن ضرب المثل ان عقائد اور اقدار کو آج بھی اپنے وسیع و امن میں سمیٹے ہوئے ہے۔

یونانی دیومالا، لوک داستانیں مختلف معاشروں کے عروج و زوال کی لازوال داستانیں لئے ہوئے آج بھی ادب میں اپنے پورے قد و کاٹھ کے ساتھ براجمان ہیں، رزمیہ شاعری ہو یا دیوتاؤں کے بھجن، جنگی ترانے ہوں، یا حمد و ثناء، فن تعمیر کے نمونے ہوں یا دیوتاؤں کے مجسمے اہرام ہوں یا قدیم گرجا، معبد ہوں یا آتش کدے، ادب کے لئے بے مثال اثاثے ہیں اسی طرح عقائد نے ضرب الامثال کو کیسے متاثر کیا اور ضرب الاعمال نے انھیں کیسے ایک مالا میں پرویا، یہ اہمیت کا حاصل ہے کیونکہ ادب اور مذہب ہمیشہ سے ثقافت پر اثر انداز ہوتے چلے آئے ہیں ثقافت کسی بھی معاشرے کی بہترین عکاس ہے اور یہی ثقافت اور اقدار ضرب الامثال کے معرض وجود میں آنے کا ذریعہ بنتے ہیں۔

جوں جوں ثقافت ارتقائی مراحل طے کرتی ہے توں توں ضرب المثل بھی ارتقاء کی بھٹی میں پک کر کندن بنتی جاتی ہے لہذا عقائد کی طرح ثقافت کے بدلتے موسموں میں ضرب المثل بھی کانٹ چھانٹ کے عمل سے گزرتی ہے۔

لہذا یہ کہنا بے جانہ ہو گا کہ ثقافت، عقائد اور ضرب الامثال بالواسطہ یا بلاواسطہ ایک مربوط نظام کے ذریعے سے آپس میں جڑے ہوئے ہیں ضرب المثل اور عقائد کے اس تعلق کو مختلف لغت نویسوں نے نہ صرف محفوظ کیا بلکہ اس کا باہم ثبوت بھی فراہم کیا کہ کیسے ضرب المثل نے عقائد کو اس کی اصل شکل میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے امر کرنے میں اہم کردار ادا کیا ہے اب ہم برصغیر میں پائے جانے والے چند چیدہ مذاہب کے عقائد اور ان کا ضرب المثل میں استعمال پر پیش کریں گے۔

ہندو عقائد اور ضرب المثل

متحدہ ہندوستان اپنے وسیع و عریض جغرافیائی سرحدوں میں اسلام سمیت متنوع مذاہب کے پیروکاروں کا مرکز رہا ہے یہ مذاہب کسی نہ کسی شکل میں نہ صرف ایک دوسرے پر اثر انداز ہوتے رہے ہیں بلکہ ان مذاہب اور اقوام نے ایک دوسرے کی ثقافت، رسم و رواج، عقائد کو بھی متاثر کیا ہے لہذا اس مشترکہ ثقافت کے زیر اثر تخلیق پانے والی ضرب الامثال کا ان سے متاثر ہونا ایک فطری عمل ہے۔ ہندو مذاہب میں پائے جانے والے مختلف عقائد کو ضرب الامثال نے کیسے اپنے اندر سمویا ہے ملاحظہ کیجئے:

"صابن دیئے میل کٹے اور گنگا نہائے پاپ

جھوٹ برابر پاپ نہیں اور سانچ برابر تاپ"[iii]

دیگر مذاہب کی طرح ہندو دومت کے پیروکار بھی یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ کچھ اعمال ایسے ہیں جو گناہوں کی معافی کا ذریعہ بنتے ہیں۔ اسلام میں حج کی سعادت، عیسائیوں میں پادری کے سامنے اپنے جرم کا اقرار کر کے اور کچھ جرمانہ دے کر اسی طرح ہندو مذہب کا عقیدہ ہے کہ گنگا نامی دریا یا اس کا پانی جسے ہندو گنگا جل کہتے ہیں اس میں نہانے یا اسے چھڑکنے سے گناہ دھل جاتے ہیں، اسی حوالے سے ایک اور ضرب المثل ملاحظہ کیجئے:

"گھا / مگدھا مرتا، اگلے جنم میں گدھا بنتا"[iv]

موت کے بعد دوبارہ زندہ ہونے کا عقیدہ تمام الہامی مذاہب میں موجود ہے۔ ہندو مذہب کے عقیدے کے مطابق انسان مرنے کے بعد سات جنم لیتا ہے لیکن اگلے جنم میں دوبارہ پیدا ہونے کا انحصار اس کے اعمال پر ہے۔ اگر وہ اعمال صالح کے ساتھ مرے تو دوبارہ جنم بھی اچھے روپ میں ہو گا اور اگر اعمال بد کے ساتھ مرا تو دوسرا روپ بھی برا ہو گا۔ بالکل اسی طرح ہندو مذہب کے مطابق اگر کوئی مگدھ کے مہینے میں مر جائے تو یہ اچھا شگون نہیں ہے۔ لہذا اس کا اگلا جنم گدھے کی صورت میں ہو گا۔ اسی طرح ہندو عقائد کے حوالے سے ایک اور ضرب المثل ملاحظہ کیجئے:

"پگ پوتیر تھ گون کر پوتر کچھ دان مکھ پوتر
جب ہوتا ہے چھج سے سری بھگوان"[v]

خیرات، زکوۃ، صدقہ، دینی سفر وغیرہ جیسے اعمال پر مذہب میں پاکی اور ثواب کا ذریعہ گردانے جاتے ہیں۔ ضرب المثل میں بھی اس حوالے سے عقیدے کا ذکر ہے۔ ہندو عقیدے کے مطابق یاترا / جاترا کرنے سے یعنی مقدس مقامات کی زیارت کے لئے سفر سے پاؤں پاک ہوتے ہیں اور بھگوان کی راہ میں خرچ کرنے سے ہاتھ پاک ہوتے ہیں اسی حوالے سے ایک اور ضرب المثل ملاحظہ کیجئے:

"جو کبیر کاشی ہوئے مرے ہیں راہ میں کون نہوڑا"[vi]

تمام الہامی مذاہب کی طرح ہندومت میں بھی کچھ مقامات کو مقدسہ مقامات کا درجہ حاصل ہے اسلام میں مکہ مدینہ، یہودی مذہب میں بیت المقدس، عیسائی مذہب میں یروشلم بالکل اسی طرح وارانسی جس کا موجودہ نام بنارس ہے اس شہر کا ایک اور نام کاشی بھی ہے یہ تاریخی شہر دریائے گنگا کے بایاں کنارے آباد ہے ویکیپیڈیا کے مطابق یہ ہندوؤں کا متبرک شہر ہے جہاں سو سے زیادہ مندر ہیں یہاں دس لاکھ یاتری سالانہ انسان کے لئے آتے ہیں۔[vii]

ہندوؤں کا عقیدہ ہے کہ ہندو مذہب کا پیروکار اگر کاشی شہر میں مر جائے تو وہ نجات پا جاتا ہے، اور اس بات کا عقیدہ اتنا پختہ ہے کہ اس عقیدے کے مطابق ایسے شخص کو نجات پانے کے لئے بھگوان سے اجازت لینے کی ضرورت بھی پیش نہیں آتی۔ ہندو عقائد اور ضرب الامثال کے حوالے سے ان مثالوں کے ذریعے سے وضاحت کی گئی ہے اب ہندوستان میں موجود دیگر مذاہب کے عقائد اور ضرب الامثال میں اس حوالے سے موجود مواد پر بات کرتے ہیں۔

اسلامی عقائد اور ضرب الامثال:

اسلامی عقائد میں عقیدہ توحید خصوصی اہمیت کا حاصل ہے اسلام میں داخل ہونے کی بنیادی شرط ہی عقیدہ توحید ہے جس کا مطلب اللہ تعالی کی واحدنیت کو تسلیم کرنا ہے لیکن اسلام کے علاوہ مذاہب میں بھی واحدنیت کا تصور کسی نا کسی صورت میں موجود ہے۔ الہامی اور غیر الہامی دونوں مذاہب کے پیروکار کائنات کو چلانے والی ایک ذات کے تصور پر یقین رکھتے ہیں اسی یقین کو ضرب المثل نے اپنے وسیع دامن میں یوں سمو دیا ہے۔ یہ ضرب المثل ملاحظہ کیجئے:

"اللہ میں باقی ہوس"[viii]

قرآن شریف میں جگہ جگہ اللہ تعالی کی واحدنیت کا ذکر کیا گیا ہے اسی وجہ سے عقیدہ توحید کو اسلام میں بنیادی حقیقت حیثیت حاصل ہے اور اس کے بغیر اسلام میں داخل ہونا ممکن نہیں ہے یہ ضرب المثل قرآن مجید کی انہی آیات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جس کا ترجمہ کچھ یوں ہے:

"ہر چیز فنا ہو جائے گی بس اللہ کی ذات باقی رہے گی"[ix]

اس حوالے سے ایک اور ضرب المثل ملاحظہ کیجئے جس کے مطابق اس دنیا میں جو کچھ بھی ہے وہ یہیں پہ رہ جائے گا باقی رہ جانے والی ذات صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی ہے۔ ضرب المثل ملاحظہ کیجئے:

"یہیں کا چن یہیں کا بن"[x]

عقیدہ مذاہب میں کس قدر اہمیت کا حامل ہے اور یہ کس طرح انسان پر اثر انداز ہوتا ہے اس حوالے سے یہ چند ضرب الامثال ملاحظہ کیجئے:

"مانو تو شیر نہیں تو پتھر"[xi]

اسی حوالے سے تھوڑے سے ردوبدل کے ساتھ ایک اور ضرب المثل ملاحظہ کیجیے:

"پتھر پوجے ہر ملے تو پوجوں نسار"[xii]

یہ دونوں ضرب الامثال اس بات کی عکاس ہیں کہ اللہ تعال ہو یا بھگوان یا پھر کوئی اور خالق جو مذہب جس پر بھی ایمان رکھتے ہیں اس کا انحصار آپ کے ایمان و عقیدے پر ہے۔ اگر آپ کا عقیدہ مضبوط ہے تو خدا پتھر میں بھی موجود ہے بلکہ ہر جگہ موجود ہے لیکن اگر آپ کا ایمان و عقیدہ مضبوط نہیں ہے تو پھر بھگوان ہو یا خدا آپ کے لئے وہ پتھر کے سواء کو بھی نہیں ہے۔ عقیدہ توحید یا اسی حوالے سے دیگر الہامی اور غیر الہامی مذاہب کے عقائد جو بھی ہیں، انھیں ضرب المثل نے اپنے دامن میں سموتے ہوئے بخل سے کام نہیں لیا۔

عقیدہ آخرت اور ضرب الامثال

انسانی بنیادی طور پر شر و خیر کا مادہ لئے ہوئے ہیں لہذا نیکی اور بدی کے ساتھ ساتھ جزاء اور سزا جڑے ہوئے ہیں۔ انسان کا کائنات میں موجود دوسری مخلوقات سے فتور ہونے کی ایک وجہ یہ ہی ہے کہ وہ خیر اور شر دونوں کی اساس لئے ہوئے ہے قرآن اس حوالے سے کیا کہتا ہے، ملاحظہ کیجئے:

"اس دن لوگ مختلف حالتوں میں لوٹیں گے تا کہ انھیں ان کے اعمال دکھائے جائیں پھر جس نے ذرہ برابر نیکی کی ہے وہ اس کو دیکھ لے گا اور جس نے ذرہ بھر برائی کی ہے وہ اس کو دیکھ لے گا"[xiii]۔

عموما آخرت کے حوالے سے تین بنیادی عقائد پائے جاتے ہیں ایک مرنے کے بعد دوبارہ جی اٹھنا اور پھر اپنے اعمال کا حساب کتاب دینا (۲) مرنے کے بعد پے در پے سات جنم لینا اور مختلف جنموں میں اعمال کے حساب سے روپ لینا جس کا پچھلے صفحات میں ذکر ہو چکا ہے سو ئم مرنے کے بعد سب کچھ ختم۔ لہذا دوبارہ زندہ ہونے کے عقیدے سے انکار کے حوالے سے ضرب المثل ملاحظہ کیجئے

"دہ در دنیا ستر در عاقبت"[xiv]

دوسری جگہ معمولی سے ردوبدل کے ساتھ یہ ضرب المثل کچھ یوں ہے:

"دہ در دنیا ستر در آخرت"[xv]

یہ ضرب المثل دنیا میں کئے جانے والے اچھے یا برے اعمال کی طرف اشارہ کرتا ہے، جس کے مطابق یہاں کئے گئے اعمال کے بدلے آخر میں ستر گنا ملتا ہے جبکہ دوسری جگہ ایک ضرب المثل میں آخرت کے حوالے سے یوں ذکر آیا ہے:

"جس کی یہاں چاہ اس کی وہاں بھی چاہ"[xvi]

آخرت کے حوالے سے ایسے بیسوں ضرب الامثال مختلف لغات میں موجود ہیں۔

عقیدہ موت اور ضرب الامثال :۔

آپ چاہے دنیا کے کسی بھی مذہب سے تعلق رکھتے ہیں یا سرے سے مذہب سے انکاری ہی کیوں نا ہوں لیکن موت سے انکار کسی بھی صورت ممکن نہیں ہے کیونکہ یہ ایک اٹل حقیقت ہے اس سے متعلق قرآن میں اللہ تعالی فرماتا ہے:

"ہر ذی روح کو موت کا ذائقہ چھکنا ہے"[xvii]

ضرب المثل نے موت کی حقیقت کو کیسے بیان کیا ہے ملاحظ کیجئے:

"وعدہ سے دم زیادہ نہ کم"[xviii]

دوسری جگہ موت کے حوالے سے ضرب المثل میں یوں ذکر آیا ہے:

"سورج بیری گرین دیک بیری یون

جی کا بیری کال ہے آرت رد کے کون"[xix]

موت کی حقیقت پر یقین کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ ضرب المثل کی لغات میں کئی ضرب الامثال اس حوالے سے موجود ہیں ایک اور ضرب المثل ملاحظہ کیجئے:

"آگے پیچھے سب چل بسیں گے"[xx]

دوسری جگہ لکھا ہے:

"کال کا مارا سب جگ ہارا"[xxi]

جین مت کا عقیدہ :۔

جین مت کے پیروکار جس بنیادی عقیدے پر عمل پیرا تھے وہ عدم تشدد کا عقیدہ تھا۔ کیوں کہ اُن کے مطابق کائنات میں پائے جانے والے تمام ذی روح اور ہر وہ چیز جو کسی نا کسی صورت میں جاندار ہے اس کو تکلیف دینا گناہ کے زمرے میں

آتا ہے یہاں تک کہ چھوٹے چھوٹے کیڑے مکوڑے، چونٹیاں وغیرہ اس عدم تشدد کے زمرے میں آنے کی وجہ سے گناہ میں شمار ہوں گے تا کہ ا نہیں نقصان پہنچانے سے گریز کیا جائے۔

عدم تشدد کے اس پرچار کی وجہ سے بظاہر تو اس عقیدے میں دلچسپی لینے والوں کی تعداد زیادہ ہو سکتی ہے لیکن حقیقی معنوں میں اس عقیدے پر عمل پیرا ہونا ناممکنات میں سے ہے کیونکہ انسان کے لئے اپنا وجود قائم رکھنا اس کائنات میں سب سے بڑا چیلنج ہے۔ لہذا اگر وہ اس عقیدے پر عمل کرے گا تو اس کی اپنی سلامتی خطرے سے دوچار ہو جائے گی۔ یہی وجہ تھا کہ بہت جلد اس مذہب کے پیروکار ہی اس پر عمل پیرا ہونے سے ہچکچانے لگے اور انہیں اپنے عقیدے میں تبدیلیاں کرنی پڑیں اس حوالے سے باوجود کوشش کہ ایک ہی ضرب المثل ملی ہے، ملاحظہ کیجئے:

"سیو کو ستانا نر اپاپ ہے"[xxii]

مختلف مذاہب کے عقائد کا جائزہ ضرب الامثال کی روشنی میں لیتے ہوئے کچھ ایسی بھی علم میں آئیں جن کا تعلق تو بظاہر کسی عقیدے سے نہیں تھا۔ لیکن اُن میں کسی نہ کسی عقیدے کے کسی پہلو کی جھلک نظر آئی اسی حوالے سے کچھ ضرب الامثال ملاحظہ کیجیے:

"جہاں کیا ہوتا ہے وہاں نیکی کا فرشتہ نہیں آتا"[xxiii]

دوسری جگہ جو بیان کیا گیا ہے وہ یوں ہے:

"صدقہ دیا رد بلا"[xxiv]

ایک اور ضرب المثل ملاحظہ کیجئے:

"فرید گنج بخش رہے دکھ نہ رہے رنج"[xxv]

دوسری جگہ پیروں کے حوالے سے یہ ضرب المثل ملاحظہ کیجئے:

"پیر تو آپ درماندہ ہیں شفاعت کس کی کریں"[xxvi]

پیر فقیروں اولیاء کرام کو ماننے والے اور نہ جانے والے دو بڑے مکتبہ فکر پائے جاتے ہیں ایک کی رائے میں اولیاء کرام بہت اونچے درجے پر فائز ہیں اُن کی برکت سے کرامات کا ظہور ہوتا ہے۔ جبکہ دوسرا مکتبہ فکر اس بات سے انکاری ہے۔ ہمارا مطمع نظر کسی کو سچا ثابت کرنا نہیں ہے نہ ہی یہ ہمارے موضوع کا حصہ ہے ان پر ضرب الامثال سے معاشرے میں موجود ایک رجحان کی طرف اشارہ ملتا ہے لہذا ان کا ذکر ضروری سمجھا۔

ضرب الامثال نے حقیقی معنوں میں معاشرے میں موجود ہر عقیدہ اور پر رجحان کو اپنی اِصلاحات میں نہ صرف امر کیا ہے بلکہ انھیں محفوظ کر کے آنی والی نسلوں کو معلومات کا ایسا خزانہ فراہم کیا ہے جس کی نظیر نہیں ملتی۔

حوالہ جات

[i] القرآن پارہ نمبر ۱۶ سورہ طہ آیت ۹۷ تا ۸۵

[ii] James, E. O – Comparative Religion, University Paper backs, London, 196 Pis.

[iii] وارث سرہندی، جامع الامثال، مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد، مارچ ۱۹۸۶، ص: ۲۸۲

[iv] اردو لغت تاریخی اصول پر، جلد دوازدہم، جنوری ۱۹۹۱، ص: ۵۷۹

[v] مہدی واصف، شیخ ڈاکٹر محمد افضل، مرتبہ مجمع الامثال، عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد، ۱۹۹۹م، ص: ۷۵

[vi] https://up.m.wikipedia

[vii] حسین شاہ، خزینۃ الامثال، مطبع نامی نول کشور کانپور، اشاعت اول، ۱۸۴۷، ص: ۱۶۸

[viii] القرآن بارہ ۲۷ سورہ الرحمن آپ ۲۶-۲۷

[ix] یوسف نجاری، مرقع اقوال و امثال، انجمن ترقی اردو کراچی پاکستان، اشاعت دوم، ص: ۷۵

[x] خزینۃ الامثال، ص: ۱۰۷

[xi] جامع الامثال، ص: ۱۰۶

[xii] عبد الستار الغاری، ضرب الامثال کا انسائیکلوپیڈیا، زبیر بکس لاہور. ، ۲۰۱۵، ص: ۱۷

[xiii] القرآن پارہ ۳۰ سورہ الزلزال آیت ۶ تا ۸

[xiv] مرقع اقوال و امثال، ص: ۱۰۴

[xv] خزینۃ الامثال، ص: ۱۴

[xvi] مرقع اقوال و امثال، ص: ۶۵

[xvii] القرآن بارہ ۴ آل عمران آیت نمبر ۱۸۵

[xviii] خزینۃ الامثال، ص:۱۹۱

[xix] جامع الامثال، ص:۷۰

[xx] خزینۃ الامثال، ص:۱۶

[xxi] ایضاً، ص:۱۴۰

[xxii] جامع الامثال: ص:۱۰۶

[xxiii] ایضاً، ص:۱۶۱

[xxiv] مرقع اقوال و اَمثال، ص:۱۰۵

[xxv] ایضاً، ص:۲۹۶

[xxvi] محمد میر لکھنوی، اردو زبان المعروف بہ وارث ہندوستان، طبع مجیدی کان پور، ۱۹۲۴، ص:۵۰